خوشحال خان خٹک کے زندانی نغمے

نورالبصر امن*

Khushal Khan has elapsed approximately five years of his invaluable life in detention of Mughals. Due to his most sensitive nature he never let his pen to stop and increasingly fed the literary flames therewith to be alive even during that imprisonment. "Firaq Nama" is the initial production of that literature of incatceration which has indubitably proved a foundation stone in the literature of incatceration. In this research paper Khushal Khan's those melodies of captivity are particularly highlighted in which he has remembered his region namely Pakhtunkhwa in different manners, which is not only an inception in the literature of remand in pashto but also an important literary asset of interment, which enfolds a great deal of historical incidents in itself.

اس میں کوئی شک نہیں کہ خوشحال خان خٹک بابا نے کئی نئے موضوعات، اصناف اور افکار کو نہایت خوبصورت اور ماہرانہ انداز میں پشتو ادب کا حصہ بنایا کہ پشتو ادب کی تاریخ سے آگاہی نہ رکھنے والا کوئی بھی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ یہ اصناف و موضوعات دراصل خوشحال سے پہلے پشتو ادب میں موجود نہیں تھے۔ ان سارے موضوعات ، اصناف اور افکار میں ایک صنف حبسیات کی بھی ہے۔

خوشحال خان خٹک نے مغلوں کی اسیری کے دوران پشتو ادب کے حبسیہ ادب کی بنیاد رکھی۔ اس سے پہلے پشتو ادب کے مروجہ موضوعات و اصناف میں حبسیات کے آثار تک نہیں ملتے۔ ویسے تو آپ نے مغلوں کی جیل میں منظوم اور منثور شکل میں بہت سا بہترین ادب تخلیق کیا ہے لیکن اس

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، پشتو ڈیپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف پشاور۔

مقالے میں صرف خوشحال بابا کی اس حبسیہ سرائی کا جائزہ لیا جائے گا جو کہ انہوں نے پشتونخوا، اپنے وطن اور اپنے اہل و عیال کی جدائی اور ارمان میں کی ہے۔ اور یہ حبسیہ کلام نہ صرف ان کی پہلی بلکہ پشتو ادب کی تاریخ میں پہلی حبسیہ کتاب فراق نامہ میں شامل ہے۔ مقالے میں فراق نامہ کی حبسیات کی روشنی میں خوشحال بابا کے کلام میں پشتونخوا کے بارے میں لکھے گئے منظومات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

خوشحال بابا اور قید و بند

ملک اکوڑی سے لے کر خوشحال بابا کے تمام خاندان نے مغل حکمرانوں کی بہت خدمت کی ۔ یہاں تک کہ وہ پشتونوں کے خلاف بھی مغل سلطنت اور شہنشاہ کا بھرم رکھنے کے لیے اکثر لڑائیوں میں مصروف رہے، تو پھر ایسی کون سی وجہ تھی جس کی وجہ سے خوشحال خان کو پابندِ سلاسل کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں ہم تاریخی واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

مغل حکومت کے زیر اثر پشاور کا علاقہ کابل کا حصہ تصور کیا جاتا تھا۔ کابل سے دریائے سندھ تک کا علاقہ صوبہ کابل میں شمار ہوتا تھا۔ ایک صوبہ دار انتظامی امور سرانجام دیتا اور اس صوبے کا صدر مقام کابل ہوا کرتا تھا اور اس کے ساتھ ایک نائب پشاور میں اپنے فرائض پر معمور ہوتا۔ مغلوں کی ہندوستان میں تخت نشینی کے بعد صوبہ کابل کا صوبہ دار مہابت خان بنا لیکن بادشاہ کے چوتھے جلوس شاہی کے دوران رمضان۱۰۸۱ھ تا رمضان۱۰۸۲ھ شہنشاہ نے مہابت خان کو صوبہ داری سے برخاست کر کے ان کی جگہ سید امیر خوافی کو کابل کا صوبہ دار مقرر کیا اور ان کے ساتھ نائب کے طور پر پشاور میں مرزا عبدالرحیم کو مقرر کیا۔ اس تبدیلی نے نہ صرف کابل کے انتظامی امور میں کافی ہلچل پیدا کی بلکہ پشتونوں کی تاریخ میں یہ ایک اہم واقعہ کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کو دوست محمد خان کامل نے تفصیل کے ساتھ اس طرح لکھا ہے کہ:

> ''چہارم سال جلوس (رمضان۱۰۸۱ھ تا رمضان۱۰۸۲ھ) کے اواخر میں شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر نے مہابت خان پر اس کی جگہ شیخ میر خوافی کے چھوٹے بھائی سید میر خوافی المخاطب بہ امیر خان کو کابل کا صوبہ دار مقرر کیا تھا۔ ششم جلوس عالمگیری کے دوران (۱۰۸۲ھ) میں سید امیر خوافی نے شہنشاہ سے حسب الطلب مل کر عرض کیا کہ جب تک بعض زمینداروں کو گرفتار کر کے محبوس نہ کیا جائے ممانعت باج راہداری کے احکام کا نفاذ اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا۔ اس تیر کا نشانہ دراصل خوشحال خان تھا۔

شہنشاہ نے دوم سال جلوس (رمضان۱۰۸۱ھ تا رمضان۱۰۸۲ھ) میں غلہ اور دیگر اجناس کا محصول راہداری ہمیشہ کے لیے معاف کردیا تھا۔ اس عام بخشش سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا تھا اور مبلغ پچاس لاکھ روپیہ خالصہ شریعہ کی آمدنی میں کم ہو گئے تھے۔ یہ حکم زمینداروں اور جاگیرداروں کی آمدنی پر اثرانداز ہوتا تھا اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے خوشحال خان کا خاندان ملک اکوڑے کے زمانے سے اپنے علاقے میں اموال و مویشی کی درآمد برآمد پر محصول وصول کیا کرتا تھا۔ شہنشاہ کا یہ حکم جو عام رعایا کی فلاح اور بہبود کو مدنظر رکھتے ہوئے صادر کیا گیا تھا کئی بڑے زمینداروں کو قدرتی طور پر ناگوار گزرا ہو گا۔ مگر اس امر کی قطعاً کوئی شہادت نہیں کہ خوشحال خان نے اس حکم کے بعد اظہار سرکشی و سرتابی کیا ہو یا اس نفاذ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی ہو۔ وہ حسبِ سابق حکومت مغلیہ کا وفادار تھا اور اس وفاداری اور اپنی کچھ سابقہ عداوت سے حکومت مخالف یوسفزئیوں اور ان کے علاوہ دیگر افغانوں (آفریدی اور اورکزئیوں) سے بھی برسرِ پیکار رہا۔ سید امیر خوافی نہ یہ مفسدانہ چال محض خوشحال خان اور اپنے نائب متعلقین پشاور مرزا عبدالرحیم کے درمیان ناراضگی کی بنا پر اور خوشحال خان کے چچا بہادر خان اور فیروز خان کے ساتھ اپنی سازش کو کامیاب بنانے کے لیے چلی تھی۔ مرزا عبدالرحیم نے سید امیر خوافی کو کہا تھا کہ جب تک آپ چند سربرآوردہ اشخاص کو گرفتار کر کے قید نہ کریں گے تو اس وقت تک آپ کی صوبہ داری کا نقش قائم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے ساتھ ہی خوشحال خان کے چچاں نے سید امیر خوافی کو شمشیر خان کی ضمانت پر پچاس ہزار روپے دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔[۱]

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشحال خان کو بوجہ ممانعت باج راہداری کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا حالانکہ بادشاہ نے خوشحال خان کی ملکیت میں معافی کا حکم جاری کیا تھا۔ لیکن اس بات کی کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں کہ خوشحال بابا نے اورنگزیب عالمگیر کے اس حکم کی کہیں سے بھی خلاف ورزی کی ہو اور اس کو ماننے سے انکار کیا ہو یا اس کے خلاف کوئی مزاحمت کی ہو۔

خوشحال خان نے کبھی احکام ممانعت باج راہداری کے نفاذ میں کوئی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی اس وجہ سے اس کی وفاداری اور خدمت گزاری میں فرق آیا۔ خوشحال خان ایک دنیا دار آدمی تھا اور دنیوی اغراض و مقاصد ہی کے حصول کے لیے ابا عن جد بادشاہانِ مغلیہ کی خدمت کرتا چلا آ رہا تھا۔[۲]

ابھی تک خوشحال خان کی گرفتاری پر لکھے گئے مواد میں ایسا کوئی بھی حوالہ نظر نہیں آتا جس میں بادشاہ کی مرضی و منشا کے خلاف خوشحال خان نے ایسا کچھ کیا ہو جس کی بدولت وہ گرفتاری کے لیے موردِالزام ٹھہرائے گئے۔

خوشحال بابا نے نہ صرف اپنے بڑوں کی روایات پر چلتے ہوئے ایمانداری کے ساتھ مغلوں کی خدمت کی بلکہ ان کی اقتدار کی حفاظت کے لیے اپنے ہی پشتونوں سے اکثر برسرِ پیکار بھی رہے لیکن اس خدمت کا صلہ خوشحال خان کی امید وں کے بالکل برعکس نکلا۔ جیسا کہ وہ اپنے اشعار میں گویا ہے

ما وے زهٔ به د مغل په نوکر کنبی   رکیبونه کرم د سرو د سپینو نال
په ناحق ئی زنځیرونه راپه پښو کرل   واه واه، هس نوازش هس آمال[۳]

ترجمہ: میرا تو خیال تھا کہ مغلوں کی نوکری میں اپنے گھوڑے کی رکابیں سونے کی اور اس کے بعد نعل چاندی کے بنواؤں گا (مگر یہاں تو) بے گناہ میرے پاؤں میں بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ واہ واہ کیا کہنے اس نوازش کے اور ساتھ ہی میری امیدوں کے[۴]

خوشحال خان نے اپنے اشعار میں مختلف جگہوں پر اپنی بے گناہی اور بلا وجہ گرفتاری کا ذکر کیا ہے۔

په ناحق د اورنگزیب په بند بندی یم   خدائے خبر دے په تهمت او په بهتان
زهٔ په خان کنبی کناه نهٔ وینم خدائے   ولی نور خلق خبر کا، شان شان
د کناه می سر رشته معلومه نهٔ ده   مکر ځپل هنر د ځان وینم تاوان
لکه زهٔ وم په راستی په درستی کنبی   د مغل په خدمت نهٔ وو بل افغان
بادشاهانو لره، ترس د زرهٔ بائده   مروت، غور رسی، عدل اؤ احسان
خوک به چا لره په داد او په فریاد ځیٔ   چ په ظلم راضی مند شول بادشاهان[۵]

ترجمہ: بالکل بے گناہ اورنگزیب کی قید میں پڑا ہوا ہوں۔ خدا جانتا ہے کہ تہمت اور بہتان کا شکار ہوا ہوں۔ خدا کی قسم میں اپنے آپ میں گناہ نہیں دیکھتا۔ البتہ لوگ قسم قسم کی باتیں بناتے ہیں۔ میرے گناہ کی اصلیت اور تو کچھ معلوم نہیں، ہاں میری روشن طبع میرے لیے بلا بن گئی ہے۔ میری طرح راستی اور درستی کے ساتھ دوسرا کوئی افغان مغل کی خدمت نہیں کرتا تھا۔ بادشاہوں کے لیے رحم دلی، مروت، مظلوموں کے حال پر غور، داد رسی اور عدل و احسان بہت ضروری ہیں۔ اب کوئی فریاد لے کر داد خواہی کے لیے کس کے پاس جائے۔ جب خود بادشاہ ہی ظلم پر اتر آئے۔[۶]

خوشحال بابا نے خود اپنے آپ کو بے گناہ کہا ہے۔ جب بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کا پشتونوں کی بغاوت کی وجہ سے برا حال تھا تب اس سے خوشحال خان کے بارے میں سوال کیا گیا۔اس وقت بادشاہ اس نتیجے پر پہنچا کہ خوشحال خان کو بے گناہ قید میں رکھا گیا ہے اور یہاں تک کہ جب ان کو مہابت خان کے ساتھ رہا کیا جارہا تھا تو بادشاہ نے خود یہ تسلیم کیا کہ خوشحال کو بغیر کسی جرم کے قید کیا گیا اور اس وجہ سے خوشحال کی بہت دل آزاری ہوئی ۔

اس بارے میں افضل خان خٹک تاریخ مرصع میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں کہ:

''مهابت خان راغے پہ غرض ئی د بادشاہ و رسول چی خوشحال ہم د هغه ملک مصالح دے۔ دی ما سره دی رخصت شی چی درومي بادشاه وفرمائیل چی خوشحال بی کناه دیر ازارخ کولے دے۔ هغه بہ ئی خۀ پہ خاطرکنبی وي هغه کار کرے بویہ چی د دۀ لہ خاطره هغۀ ووے بیا دۀ پہ غرض ورسول، دا خانہ زاد دے هیڅ ئی پہ خاطرکنبی نشتہ بادشاه دی ورتہ خلعت ورکره نور دی ئی رخصت کره، بادشاه اووی اختیار لری۔ ۷

ترجمہ: شہنشاہ نے مہابت خان کو گجرات سے طلب کیا اور اسے کابل کا حکم دیا۔ مہابت خان نے بادشاہ سے درخواست کی کہ خوشحال خان کو بھی اس کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ نے اس کی اجازت منظور کی اور تاکیداً کہا کہ خوشحال خان نے چونکہ بے گناہ دکھ اٹھائے ہیں ایسا کام کرنا چاہیے کہ اس کے دل سے دکھ کا احساس مٹ جائے۔ مہابت خان نے کہا کہ یہ خانہ زاد ہے خلعت دے کر رخصت کیا جائے۔ یہ خدمت بجا لاتا رہے گا۔ ۸

مدعی اور مدعا علیہ دونوں کے بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ اس گرفتاری میں خوشحال خان بالکل بے گناہ تھے اور اس گرفتاری کی اصل وجہ صوبہ دار کابل سید میر خوافی، نائب الحکومت مرزا عبدالرحیم کا ذاتی بغض و عناد تھا اور اسی بغض و عناد کی وجہ سے انہوں نے خوشحال کے چچازادوں سے مل کر ایک سازش کے تحت خوشحال کو گرفتار کر وا دیا۔

خوشحال خان خٹک اپنی علمی فضیلت، افرادی قوت اور سیاسی تدبر کی بدولت، سرحدی علاقہ جات میں ایک اہم مقام رکھتا تھا جو نائب الحکومت مرزا عبدالرحیم کی آنکھ میں ہمیشہ کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ ۹

اس مقصد کے لیے سید امیر خوافی نے بادشاہ سے زمینداروں کی گرفتاری کا حکم نامہ حاصل کیا اس حکم نامے کا اصل نشانہ خوشحال خان کی شخصیت تھی۔ ایک سازش کے تحت خوشحال کو کسی مشورے کے بہانے پشاور طلب کیا گیا اور جمادی الثانی ھ کا وسط (وسط جنوری) ۱۰ کو خوشحال خان حکم کے مطابق پشاور چلے آئے۔

خوشحال خان جس کا باطن صاف تھا۔ بلا کسی قسم کے خوف اور شک و شبہ کے اس کے پاس گیا اور وہاں سرکاری سپاہیوں نے خوشحال خان کے گرد گھیرا ڈال کر اسے گرفتار کر کے پانچ سیر بھاری بیڑیاں اس کے پاں میں ڈال دیں۔ ۱۱

خوشحال خان کو دو مہینے تک پشاور میں قید رکھا اور پھر ہندوستان بھیج دیا گیا۔ ۱۲

اس وقت خوشحال دہلی میں نظر بندی کے دن گزار رہا تھا مگر رجب ھ بمطابق کو اسے قلعہ رنتھمبور میں قید کیا گیا۔ اگلے سال ذی قعد ھ کو محمد امین کی سفارش سے قید سے رہائی مل گئی تو پھر دہلی میں نظر

بند رہنا پڑا۔[۱۳]

خوشحال خان کی پشاور میں گرفتاری، قید و بند، ہندوستان روانگی، دہلی کی نظر بندی، رنتھمبور قلعہ میں قید و بند، آگرہ میں نظر بندی اور پھر وطن واپسی یہ سارا عرصہ کئی سالوں پر محیط ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق خوشحال خٹک چار سال دس مہینے تک مغلوں کی قید میں رہے۔ وہ جمادی الثانی ھ سے قبل اپنے وطن واپس لوٹے۔ یہ اندازہ اس لیے قرین قیاس ہے کہ ربیع الاول ھ کو خوشحال کی ہندی بیوی سے اس کا بیٹا فرحت خان پیدا ہوا۔[۱۴]

جبکہ افضل خان خٹک نے *تاریخ مرصع* میں خوشحال خان خٹک کی قید و بند، نظر بندی اور اپنے واپسی تک کا عرصہ پانچ سال لکھا ہے۔[۱۵] اس لیے ہم *تاریخ مرصع* کی مضبوط دلیل کے تناظر میں خوشحال بابا کی قید و بند اور نظر بندی کا عرصہ پانچ سال قیاس کرتے ہیں۔

اس پورے عرصے میں خوشحال خان خٹک نے نظم و نثر کی صورت میں بہت سا قیمتی اور با مقصد ادب تخلیق کیا جو کہ نہ صرف پشتو میں پس زنداں ادب کی بنیاد ہے بلکہ ایک قیمتی سرمایہ بھی ہے اور اس ناخوشگوار واقعے کے بعد سے پشتو ادب میں مغلوں کی ظلم وستم کی نشانی کے طور پر دو اصطلاحات مغلوالہاور رنتھمبور آج بھی رائج ہیں۔

''نبکاری داسی چی د خوشحال د قید په سبب رنتھمبور په پښتو ادب کښی شهرت مونده دے خوشحال په خپل کلام کښی ځائے په ځائے د رنتھمبور ذکر کړی دے۔''[۱۶]

ترجمہ: اس طرح دکھائی دیتا ہے کہ خوشحال کی قید و بند کی وجہ سے رنتھمبور پشتو ادب میں شہرت کا سبب بنا، خوشحال خان نے اپنے کلام میں بہت جگہوں پر رنتھمبور کا ذکر کیا ہے۔

ویسے تو خوشحال خان نے اس سارے عرصے میں بہت سا ادب تخلیق کیا ہے لیکن اس مقالے میں ہم ان کی سب سے پہلی کتاب *فراق نامہ* (جو رنتھمبور کی قلعہ میں قید کی حالت میں لکھی گئی) کی روشنی میں ان اشعار کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے پشتونخوا کی شدید احساس جدائی میں کہے۔

''فراق نامہ'' یہ بھی مثنوی کی طرز پر لکھی گئی ایک کتاب ہے۔ اس میں مختلف عنوانات پر نظمیں لکھی گئی ہیں۔ جن کا تعلق وطن کی محبت سے ہے۔ ان میں اکثر نظمیں رنتھمبور میں بحالتِ قید لکھی گئی ہیں۔ ان نظموں سے آزادی سے محبت، نالہ فراق اور اپنے اہل و عیال سے دوری کا درد ٹپکتا ہے۔[۱۷]

اورنگزیب کے زمانے میں قلعہ رنتھمبور کے قید خانہ میں گزارے گئے روز شب کا اندازہ خوشحال خان کے اپنے الفاظ میں *فراق نامہ* کی ایک مثنوی کے چند اشعار سے لگایا جاسکتا ہے۔[۱۸]

یک تنہا پہ کت کنہی پروت یم   بندیوان د ھند د کوت یم
دا می حال دا می احوال دے   کۀ وایہ شی دیر مقال دے
چی پہ ما باندی بدحال دے   حہ د پاسہ یو نیم کال دے
پہ داکوت کنہی بندیوان دي   مسلمان دی کۀ ھندوان دي
لر تر دوہ سوہ کم نہ دي   بند پہ ظلم پہ ستم دي
چی ئی وخت د پلار نیکۀ وۀ   ہومرہ بند پہ دا ځائے نہ وۀ
چی بادشاہ د ھند اورنک شو   بیدادی شوہ جھان تنک شو
د کوتونو بندیان تیر شول   تر حساب تر شمارہ تیر شول
ہم رانی ہم راجکان بند دي   شیر خوارۀ ھلکان بند دي
دا چی بند د ما سرہ دي   پہ ہر سند د ما سرہ دي
راتہ وارہ تلۀ راتلۀ کا   وارہ کار زما پہ زرۀ کا
راتہ لولي کتابونہ   راتہ وائی خپل خوابونہ
پہ شطرنج می زرۀ بیر بیر کا   چی کۀ غم لہ دلہ ھیر کا
کۀ قیصی کۀ افسانی دي   دا ھمہ انی بانی دي
زرۀ می سود پہ ھیچا نۀ کا   اور چی بل دے اوبۀ څۀ کا
خوک چی نرد رالرہ راوري   وایم درد رالرہ راوري
چی شطرنج رالرہ راوري   گویا رنځ رالرہ راوري
ھغہ زرونہ چی رنځور دي   لہ ھمہ ھوسہ دور دي
بی دلدارہ کۀ گلزار وي   د عاشق د سترکو خار وي
بی یارانو کۀ بھشت وي   د خوشحال وتہ بہ زشت وي
چی د سرائے لہ لوریہ راشي   پہ ھغہ یاد زم خاطر واشي
چی غہ یاد زما دغرۀ وي   بوئی د مشکو ورسرہ وی[19]

ترجمہ: ہندوستان کے قلعہ میں قید تن تنہا چارپائی پر پڑا ہوں۔ یہ میرا حال ہے اگر کہوں تو قصہ طولانی ہے۔ کچھ اوپر ڈیڑھ سال سے میرا یہ حال ہو رہا ہے۔ اس قلعہ میں ہندو اور مسلمان قیدی موجود ہیں۔ یہ ظلم وستم سے قید

کیے گئے ہوں کی تعداد دو سو سے لگ بھگ ہے۔ اس کے باپ دادا کے وقت میں یہاں اتنے قیدی نہ تھے لیکن جب اورنگزیب ہندوستان کا بادشاہ ہوا تو اس کی بیداد سے جہاں تنگ ہو گیا۔ قلعوں کے قیدی زیادہ ہو گئے اس کا حساب و شمار نہیں۔ راجے، رانیاں اور شیرخوار بچے قید ہیں۔ ہر طرح سے میرے مونس و غمگسار ہیں سب میرے پاس آتے جاتے ہیں اور میری مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ مجھے کتابیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اپنے خواب مجھ سے آ کر بیان کرتے ہیں۔ شطرنج سے میرا دل بہلاتے ہیں تا کہ اس سے میں اپنے غم کو بھول جاؤں۔ قصے اور افسانے سب حیلے اور بہانے ہیں کسی طرح میرا دل آسودہ نہیں ہوتا۔ جب آگ خوب بھڑک اٹھی تو پانی سے نہیں بجھتی۔ جب میرے پاس کوئی نرد لاتا ہے تو گویا میرے پاس درد لاتا ہے۔ جب کوئی میرے پاس شطرنج لاتا ہے تو گویا میرے پاس رنج لاتا ہے۔ وہ دل جو کبھی ہو ہو اوہوس سے انہیں کیا کام۔ دلدار کے بغیر گلزار بھی عاشقوں کو اچھا نہیں لگتا۔ سرائے اکوڑہ کی طرف سے جو ہوا آتی ہے وہ مشک کی خوشبو ساتھ لاتی ہے۔[۲۰]

فراق نامہ کا قلمی نسخے حاصل کرنے کے بعد پہلی دفعہ مکمل شکل میں ہمیش خلیل نے میں پشاور سے شائع کیا ہے، وہ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

> *فراق نامہ* کا یہ قلمی نسخہ پشاور میوزیم کے کتب خانے میں پڑا ہے۔ اس وقت تک میرے علم کے مطابق یہ واحد معلوم قلمی نسخہ ہے جو کہ سب سے پہلے مرحوم دوست محمد خان کامل نے اس نسخے سے استفادہ کر کے اس کی کچھ مثنویوں کو *خوشحال خان خٹک* نامی کتاب میں جو پہلی بار ادارہ اشاعتِ سرحد پشاور نے چھاپا اور نشر کیا ہے۔ خوشحال خان حبسیہ کلام کے طور پر پیش کیا ہے۔[۲۱]

فراق نامہ کتابیات سمیت ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہمیش خلیل کا لکھا گیا عالمانہ انداز کا مقدمہ بھی اس کتاب کی زینت ہے۔ کتاب میں غزلیں اور مثنویات شامل ہیں جو تقریباً اشعار یعنی مصرعے بنتے ہیں۔

ایک مثنوی میں رنتھمبور کے قلعے کا ذکر ہے جب تنہائی کے ہاتھوں تنگ آ کر خوشحال نے پشتونخوا کے مختلف شہروں کو یاد کرکے اپنے دل کو تسلی دی ہے۔ اس مثنوی میں کابل، پشاور، اٹک، خٹک، سرائے اکوڑہ اور لاہور کا ذکر کچھ اس طرح ہوا ہے۔

هغه باد چې کابل خیز دے — په ما واره عنبر بیز دے
خوک چې یاد کاندي کابل — په کوکل مې شي غلغل
خوک چې یاد کا پېښور — زما زړهٔ شي منور
خوک چې یاد کاندی اټک — قافیه کرم هم خټک
خوک چې یاد کاندی بل سرائے — دے ما یاد شي هغه ښکل سرائے

خوک چي یاد کاندي لاهور   هم مي وشي د زړهٔ زور[۲۲]

ترجمہ: وہ ہوا جو کابل کی طرف سے آتی ہے میرے لیے مشک وعنبر سے کم نہیں۔
جب کوئی کابل کا ذکر کرتا ہے تو میرے سینے میں جوش پیدا ہوتا ہے۔
جب کوئی پشاور کا ذکر کرتا ہے تو میرا دل منور ہو جاتا ہے۔
جب کوئی اٹک کا نام لیتا ہے تو میں فی الفور خٹک کا قافیہ باندھ لیتا ہوں۔
جب کوئی کسی دوسری سرائے کا نام لیتا ہے تو مجھے اپنی سرائے یاد آ جاتی ہے۔
جب کوئی لاہور کا نام لیتا ہے تو میرے دل میں زور پیدا ہوتا ہے۔[۲۳]

دریاے سیند (اباسیند) اور لنڈے سیند (دریائے کابل) جو اٹک میں کنڈ کے مقام پر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ یہ سارا علاقہ خوشحال خان کے منصب میں شامل تھااور یہ ان کا مادری وطن بھی ہے۔ خوشحال خان نے ان دونوں دریاؤں کا ذکر اپنے اشعار میں بار بار کیا ہے۔ رنتھمبور میں بھی جب ان دریاؤں کی یاد نے انھیں ستایا تو وہاں سے ہوا کی لہروں کو بھیجا۔ جو کہ ان کی پشتونخوا سے انتہائی دلی محبت کی دلیل ہے۔

کهٔ کذر په خیر آباد وکری نسیمه   یا دی کشت وشي د سرائی د سیند په سیمه
په وار وار زما سلام ورته عرضه کره   ورسره زما له لوریه خو تسلیمه
اباسیند ورته ناره وکره په زوره   ولندي وته وینا وایه حلیمه

ترجمہ: اے بادنسیم اگر خیر آباد سے گزر ہو یا سرائے اکوڑہ کے دریا کے کنارے چلے تو بار بار آداب و نیاز کے ساتھ میرا سلام ان سے عرض کیجو متلاطم و تیز رفتار اباسیند (دریائے سندھ) کو چلا کر کہنا اور (سبک خرام و ہموار) لنڈے (دریائے کابل) کو آہستہ نرمی سے کہنا۔[۲۴]

ایک اور جگہ (تعریف دخپل سیند) اپنی سیند لنڈی کی تعریف میں کچھ اس طرح گویا ہے۔

د لندي اوبه سلسالي   د حیات د اوبو سیالي
تر نباتو نه خوري دي   د فرات تر اوبو ښي دي
کهٔ ئی خضر پیاله وښبي   د حیات اوبه به نهٔ ځښبي
زهٔ چي هسي تشنه لب مرم   روز و شب ئی په طلب مرم
کهٔ یوه پیاله ئی نوش کرم   غم به واره فراموش کرم[۲۵]

ترجمہ: لنڈے (دریائے کابل کا نام) کا پانی روانگی میں آبِ حیات کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس کا پانی نہایت سے میٹھا اور دریائے فرات سے زیادہ اچھا ہے۔ اگر خضر نے اس سے ایک پیالہ نوش کیا تو پھر وہ آبِ حیات کا نام بھی نہ لے گا۔ میں جب پیاس سے تنگ ہو جاتا ہوں تو دن رات ان دریاں کے پانی کی طلب میں

رہتا ہوں۔ اگر ان دریاں کے پانی کا ایک پیالہ پینے کے لیے مل جائے تو میں اپنے اوپر سارے درد و غم اور مصیبت کو بھول جاں گا۔

پرانے زمانے میں خطوط کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ گویا کہ یہ رابطے کا ایک اہم وسیلہ تھا۔ اس لیے خط کو آدھی ملاقات کہا گیا ہے۔ لیکن عام ماحول کی بہ نسبت جیل میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

> خط ایک جذبے کے تحت لکھا جاتا ہے۔ یہ جذبہ ایک وسیع تر انسانی جذبہ ہے یوں ہی خط کا نام زبان پرآ تا ہے تو ایک پر اسرارقسم کی جستجو، ایک پرلطف سی گدگدی طبیعت میں پید اہو جاتی ہے۔ خط سے لطف اٹھانے کا جذبہ ہر انسان کے لیے یکساں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کے خط پڑھ کر جب انسان محظوظ ہو رہا ہوتا ہے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے انسان اپنے ہی تجربات کو دہرا رہا ہو۔ پھر جب وہ انسانی مزاج اور دل کے رنگا رنگ تاثرات کی سحر انگیز بوقلمونیوں کو دیکھتا ہے تو کسی ادب پارے کی طرح خطوط سے بھی عام انسانی بوالعجبیوں سے خیال آفرین خوشی و انبساط حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ خطوں میں خالص، سچائی، صداقت اور خلوص کی توقع ہوتی ہے۔ ڈر، خوف، نمود و نمائش اور اس قسم کی دوسری رکاوٹیں خطوط میں نہیں ہوتیں۔ اس صداقت اور خلوص سے ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے کیونکہ خط کی بنیادی ضرورت یا بنیادی جذبہ ہم کلامی کی تمنا ہے۔[۲۶]

خوشحال بابا کو جب کبھی رنتھمبور میں خط موصول ہوتا تو ان کی کیفیت بھی عجیب ہو جاتی۔ ایک خط کے بارے میں *فراق نامہ* کی ایک مثنوی بعنوان ژا د خط پہ راتل (خط کی موصولی پر رونا) کچھ اس طرح اپنے احساسات اور جذبات کو ظاہر کیا ہے۔

پس لہ دیرہ انتظارہ دیري میاشتي دیر نهارہ
چي قاصد راوري خطونہ خوزوم د خط پیچونہ
چي هر پیچ غورزاوہ شي لوند د سترګو بہ اوبۂ شي
پہ هر حرف چي اوبنکي خاخي ځني نور حرفونہ پاسي
الف شین کاندي ري في کا بی نون کاندی دال ري کار
هر هر حرف سرہ تاؤ تاؤ شي جیم تي کاندي واؤ شي
کۂ ئی لولم خط لمدیزي کۂ ئی نۂ لولم دم خیژي
یو رومال پہ اونبکو تر کرم پہ خبرو زرۂ لر بر کرم

پہ راتلۂ د خط خوشحال شم   لہ مضمونہ ئی بدحال شم[۲۷]

ترجمہ: طویل انتظار کے بعد اور بہت مہینوں اور راتوں کے بعد جب قاصد کوئی خط (پیغام) لاتا ہے۔ تو میں اس کے اوراق کو الٹ پھیرتا ہوں۔ جب کوئی ورق الٹ دیتا ہوں تو آنکھیں پانی سے تر ہو جاتی ہیں۔ اور جس حرف پر آنسو گر جائے تو اس سے اور بہت سارے حروف بن جاتے ہیں۔ (اسی آنسو کی وجہ سے) الف شین کی طرح اور(ر)(ف) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔(ب)(ن)اور(د)(ر)بن جاتا ہے۔ ہر ایک حرف ایک دوسرے سے لپٹ جاتا ہے۔ جیم]ت [کی طرح واو بھی بن جاتا ہے۔ خط پڑھنے سے کاغذنم، نہ پڑھنے سے دم گھٹ جاتا ہے۔ جب ایک رومال آنسو پر تر ہو جاتا ہے تو دوسری باتوں پر اپنا خیال بدل لیتا ہوں۔ اگر چہ میں خط کے آنے پر خوش ہو جاتا ہوں لیکن اس کا مضمون پڑ ھ لینے کے بعد میرا حال خراب سے خراب تر ہو جاتا ہے۔

خوشحال بابا وطن کی محبت کوایمان کی علامت سمجھتے ہیں۔

د وطن مینہ اے جانہ   راپیدا دہ لہ ایمانہ
هغہ ملک دہ زرۂ ارمان دے   چې پکښې دي شۀ یاران دي
کۀ ئی سپي وینې پہ سترکو   هم ئی ځائی کوي پہ سترکو
نۀ د خپل وطن خارونہ   نۀ د بل وطن کلونہ
نۀ د خپل دیار پلوسي   نۀ د بل دیار نلکوسي
نۀ د خپل دیار کرکري   نۀ د بل دیار شکري[۲۸]

ترجمہ: اے جانِ من !وطن کی محبت کا جذبہ ایمان سے پید اہوتا ہے۔ وہی ملک میرا ارمان ہے جہاں پر میرے اچھے اور بہترین دوست ہیں۔ اگر میں اپنے وطن کے کتوں کو بھی دیکھوں تو ان کو سر آنکھوں پر بٹھا دیتا ہوں۔ دوسرے وطن کی پھول اپنے وطن کی کانٹے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ دوسرے وطن کی نلگو اپنے وطن کی بلو کی درخت کے برابر نہیں۔ دوسرے وطن کی نبات سے اپنے وطن کی گرگرے کا پھل اچھا ہوتا ہے۔

مغل دربار میں خوشحال خان کے دوست محمد امین خان نے خوشحا ل خان کی رہائی کے لیے اپنی کوششوں کوجاری رکھا اور ایک بار پھر میر خان میر میدان کی کفالت سے شہنشاہ کے حضور خوشحال خان کی سفارش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ شہنشاہ نے کہا کہ اگر خوشحال خان زن و بچوں کو بطورِ یرغمال ہندوستان لے آئے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اسی قسم کا ایک فرمان سید امیر خان خوافی کو بھی بھیجا گیا۔ میر باز خان، باقی خان اور سعادت خان نے جو ابھی تک دہلی میں تھے اس حکم سے خوشحا ل کوآ گاہ کر دیا پھر خوشحال خان کی ہدایت پر یہ لوگ مطابق ماہ صفر ھ (مطابق اواخر اگست) یعنی سابقہ عیسوی ہی میں وطن روانہ ہوئے تا کہ اس امر کا انتظام کیا جائے کہ شہنشاہ کے حکم پر عمل نہ ہونے

پائے ۲۹ اسی واقعہ کے تناظر میں وہ کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

چې میشته په سنګاؤ دي   په عظیم درياب لاهو دي
د هغو په حال خبر شوے   رانبکاره ئې هر اثر شوے
چې څهٔ خوري ئې خوراک دے   څهٔ ئې ژواک څهٔ ئې پوشاک دے ۳۰

ترجمہ: میرے اہل و عیال جو سنگا (ایک گاں کا نام) میں رہائش پذیر ہیں اور وہ ایک بڑے غم و الم کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اگر مجھے ان کا احوال معلوم ہو جائے اور ان کے روزگار کا پتہ چل جائے کہ وہ کیا کھا رہے ہیں ان کی خوراک کیا ہے اور ان کی زندگی کیسی گزر رہی ہے اور وہ کس قسم کا لباس زیبِ تن کیے ہوئے ہیں۔

خوشحال بابا شکار کے بہت شوقین تھے۔ وہ نہ صرف شکار کے سارے رموز سے واقف تھے بلکہ شکاری جانوروں اور پرندوں کی خصلتوں اور بیماریوں سے بھی آگاہ تھے۔ رنتھمبور میں انھوں نے شکار کے ارمان میں بھی نظمیں لکھی ہیں۔ کلپانی کے مرغابیوں کے بارے میں وہ لکھتے ہیں۔

آه وائے کالا پانی
ستا خو رنګه مرغاوی ۳۱

ترجمہ: ہائے افسوس کالا پانی (یعنی سزا)۔ آپ کی رنگ رنگ مرغابیوں کی ارمان۔

سوات کے شہبازوں اور شاہینوں کے بارے میں لکھتا ہے۔

واه واه د سوات د ملک بازونو   رنا رنګ په دیر رنګونو
چې بلوے پکښې په ځان وهٔ   هم هغه د خوشحال خان وه
سیه پشت توره ئې ژبه   پسې روح ځي له قالبه ۳۲

ترجمہ: دیار سوات کے رنگا رنگ شہبازوں اور شاہینوں تمہاری جدائی پر افسوس ہے۔ بلوے شاہین مجھے جان سے عزیز تھا اور وہی خوشحال خان کا ہوا کرتا تھا۔ اس کی کالی کمر اور سیاہ زبان ایسی اچھی لگتی تھی کہ اس کے ارمان میں میری روح بدن سے نکل رہی ہے۔

خوشحال خان نے ہند کے زندان میں میں پشتونخوا کی نہ صرف زمین، آب و ہوا، دریاؤں، درختوں، جانوروں، پہاڑوں، دوشیزاؤں، خٹکوں، یوسفزیوں، شکار کے پرندوں کے غم میں نغمے گائے ہیں بلکہ مغل حکمرانوں بارے بھی ہرزہ سرائی کی ہے جس سے ان کی غریب الوطنی کا اندازہ ہوتا ہے۔

> قید کے ایام میں خوشحال خان نے متعدد غزلیات، قصائد اور قطعات وغیرہ لکھے ہیں جو قید و بند اور غریب الوطنی کے مصائب و آلام اور حالات اور وطن عزیز و اقارب و احباب کی یاد اور فراق میں پرسوز اور دردناک نال فغاں پر مشتمل اور شاعر کی مظلومیت و بے گناہی کے آئینہ دار ہیں۔ ۳۳

''لندہ دا چی فراقنامہ دخوشحال خان بابا د قید د حادثی یوہ داسی نتیجہ دہ چی کۂ ھغۂ تہ دا حادثہ نۂ وے
ورپیښہ شوے نونن بہ دا کتاب ھم نۂ وو۔''۳۴

ترجمہ: الغرض یہ کہ *فراق نامہ* خوشحال بابا کے قید و بند کے حادثے کا ایک ایسا نچوڑ ہے کہ اگر ان کو یہ حادثہ پیش نہ آتا تو آج ہمارے پاس یہ عظیم کتاب موجود نہ ہوتی۔

حوالہ جات

۱- کامل مہمند، دوست محمد خان، ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، پشاور، شاہین بکس گمٹی پلازہ، جمرود روڈ، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۰ء، ص ص ۱۲۸-۱۲۷۔

۲- ایضاً،ص۱۳۱۔

۳- خوشحال خان خٹک، ''کلیات'' مقدمہ حاشے،دوست محمد خان کامل مہمند،پشاور، ادارہ اشاعت سرحد، ۱۹۶۲ء،دوسرا ایڈیشن، ص ۵۵۰۔

۴- سیدنورالحق، ''منتخباتِ خوشحال خان خٹک''،پشاور، پشتو اکیڈمی،۱۹۸۹ء، ص۳۴۔

۵- خوشحال خان خٹک، کلیات خوشحال،"کلیات"مقدمہ حاشے، دوست محمد خان کامل مہمند ،پشاور،ادارہ اشاعت سرحد، ۱۹۶۲ء،دوسرا ایڈیشن، ص ۵۸۹۔

۶- سیدنورالحق، ''منتخباب خوشحال خان خٹک''،پشاور، پشتو اکیڈمی،۱۹۸۹ء، ص۳۶-۳۵۔

۷- افضل خان خٹک، ''تاریخ مرصع''، سمونہ او حاشیې، دوست محمد کامل مہمند،پشاور،یونیورسٹی بک ایجنسی،۲۰۰۶ء، ص۳۴۵۔

۸- اقبال نسیم خٹک، ''پشتون شناس (خوشحال خان خٹک)''، پشاور،پشتو اکیڈمی،۲۰۱۱ء، ص ص۱۰۷-۱۰۶ ۔

۹- ایضا، ص ص۹۰-۸۹۔

۱۰- کامل مہمند، دوست محمد خان، ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، پشاور،شاہین بکس سپوگمئ پلازہ، جمرود روڈ، دوسرا ایڈیشن۲۰۰۶ء، ص۱۲۸۔

۱۱- ایضاً، ص۱۲۸۔

۱۲- ایضاً، ص۱۲۹۔

۱۳- اقبال نسیم خٹک، ''پشتو شناس(خوشحال خان خٹک)''،پشاور، پشتو اکیڈمی،۲۰۱۱ء، ص۹۸۔

۱۴- ایضاً، ص۱۰۲۔

۱۵- افضل خان خٹک، تاریخ''مرصع''،سمونہ او حاشیې، دوست محمد کامل مہمند،یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور،۲۰۰۶ء، ص۳۱۲

۱۶- اقبال نسیم خٹک،''د خوشحال د رفتار تحقیقی جائزہ''، پشاور یونیورسٹی جرنل۹۷-۱۹۹۶ء، ص۱۴۳۔

۱۷- اقبال نسیم خٹک، ''پشتو شناس(خوشحال خان خٹک)''، پشاور، پشتو اکیڈمی،۲۰۱۱ء، ص۲۳۶۔

۱۸- کامل مہمند، دوست محمد خان، ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، بحوالہ سابقہ، ص ۱۶۷۔

۱۹- خوشحال خان خٹک،''فراقنامہ''ترتیب و تدوین ہمیش خلیل،قامی مکتبہ پشاور،۱۹۸۳ء، ص۱۰۸-۱۰۷۔

۲۰- کامل مہمند، دوست محمد خان، ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، بحوالہ سابقہ، ص۱۶۸-۱۶۷۔

۲۱- ہمیش خلیل،''مقدمہ'' ،فراقنامہ د خوشحال خان خٹک، پشاور،قامی مکتبہ، ۱۹۹۳ء، ص۵۔

۲۲- خوشحال خان خٹک،''فراقنامہ'' ترتیب و تدوین ہمیش خلیل،پشاور،قامی مکتبہ،۱۹۸۳ء، ص ۱۰۳۔

۲۳- اقبال نسیم خٹک، پشتون شناس خوشحال خان خٹک ، پشتو اکیڈمی پشاور،۲۰۱۱ء، ص۲۳۸-۲۳۷۔
۲۴- کامل مہمند، دوست محمد خان، ’’خوشحال خان خٹک سوانح حیات‘‘، شاہین بکس سپوگمئی پلازہ، جمرود روڈ، پشاور، دوسرا ایڈیشن،۲۰۰۶ء، ص ۱۶۰۔
۲۵- خوشحال خان خٹک،’’فراقنامہ‘‘ ترتیب و تدوین ہمیش خلیل،قامی مکتبہ پشاور،۱۹۸۳ء، ص ۸۲۔
۲۶- مسرت یاسمین، ’’مکتوبات مولوی محمد حسین آزاد کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ‘‘،)پی ایچ ڈی مقالہ(اسلام آباد،نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز ، ۲۰۰۸ء، ص۸۔
۲۷- کامل مہمند، دوست محمد خان، ’’خوشحال خان خٹک سوانح حیات‘‘، بحوالہ سابقہ۔
۲۸- ایضاً، ص۶۵۔
۲۹- ایضاً،پشاور، شاہین بکس سپوگمئی پلازہ، جمرود روڈ، دوسرا ایڈیشن۲۰۰۶ء ،ص ص۱۳۵-۱۳۴۔
۳۰- خوشحال خان خٹک،’’فراقنامہ‘‘،حوالہ سابقہ۔
۳۱- ایضا، ص۹۱۔
۳۲- ایضا، ص۹۳۔
۳۳- کامل مہمند، دوست محمد خان، ’’خوشحال خان خٹک سوانح حیات‘‘، حوالہ سابقہ،ص ۱۳۹۔
۳۴- ہمیش خلیل،’’مقدمہ‘‘،حوالہ سابقہ، ص۱۱۔